بسلسلۂ جشنِ صد سالہ دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند اور اردو ادب

مولانا محمد انیس الاسلام القاسمی فاضل دیوبند

میرے ایک عزیز شاگرد جو دارالعلوم کے فاضل ہیں۔ ایک مضمون اکابر دارالعلوم کے اردو ادب کی خدمات پر تحریر کیا ہے۔ یہاں یوپی کے اجلاس کے موقع پر پڑھا گیا اور پسند کیا گیا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس موضوع پر مستقل کتاب تیار کی جائے۔ الحق کی قریبی اشاعت میں شائع فرمانے کیلئے ارسال کر رہا ہوں۔ (سید انظر شاہ کشمیری دیوبند)

ہندوستان میں عظمتِ اسلام کا مینار، رفعتِ دینی کا ہمالہ۔ دارالعلوم دیوبند جس پس منظر میں قائم ہوا وہ سب ہی کو معلوم ہے۔ ۱۸۵۷ء کی اتھل پتھل نے ہندوستانیوں کو صرف اقتدار سے محروم نہ کیا تھا بلکہ برطانوی تسلط نے اس سرزمین کو نصرانیت کے پھیلاؤ اور اسکی اشاعت کے لئے ایک زرخیز علاقہ سمجھا چنانچہ جزء و کل پر محیط ہونے کے بعد ہندوستان میں مسیحی مشنریاں یہاں کے بڑے بڑے شہروں میں تبلیغ کے لئے پھیل گئیں۔ انگریز قوم کے تدبر و مآل اندیشی کے اعتراف کے باوجود یہ کہنا پڑتا ہے کہ غلام ہندوستان کو "لقمۂ تر" سمجھنے میں ان سے بھاری غلطی ہوئی وہ یہ سمجھے تھے کہ ہندی مسلمانوں سے اقتدار و آزادی چھیننے کے ساتھ ان کی دینی روح پر بھی ان کے غاصبانہ حملے کامیاب رہیں گے۔ لیکن حالات کے مد و جزر نے بہت جلد ثابت کر دیا کہ ان کا یہ فیصلہ غلط اور دور اندیشی سے بمراحل دور تھا۔ چنانچہ پٹا پٹا یا مسلمان نصرانیت کی اشاعت کے مقابل سینہ تان کر کھڑا ہو گیا، جابجا مناظرے ہونے لگے اور لیظہرہ علی الدین کلہ۔ کے ترجمان، نصرانیت کے پشتارہ اٹھا کر آنیوالوں کو شکست فاش دینے لگے —— مولانا رحمت اللہ کیرانوی المغفور کی جد و جہد اس تابناک تاریخ کا ایک ناقابلِ فراموش حصہ ہے کہ انہوں نے اپنے حریف پادری کو استنبول میں بھی چین سے وقت گزارنے نہیں دیا۔ حالات کا یہ انقلاب جو آندھی بنکر مغرب سے اٹھا اور ہندوستان کے میدانوں میں پوری رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ علماءِ ہند نے انہیں سکرانی لمحات میں الہند میں اسلام کو محفوظ رکھنے کے لئے جو کچھ سوچا و سمجھا اسکی مکمل تصویر دارالعلوم دیوبند ہے۔

دین و دانش، علم و معرفت، عرفان و سلوک، جہادِ فی سبیل اللہ، اور اعلاء کلمۃ الحق کا یہ مظہر اتم ایک صدی سے

زائد گزرتا ہے کہ عالمِ اسلام کو وہ روشنی بہم پہنچا رہا ہے، جو فاران کی چوٹیوں سے کائنات پر ضوفگن ہوئی تھی۔

صوبہ یوپی کے اس عظیم اجلاس میں چونکہ یہ تفصیل میرے موضوع سے تعلق نہیں رکھتی اس لئے اسکو چھیڑے بغیر اپنے موضوع سے قریب تر کرنے کے لئے راقم السطور کا ایک سوال ہے؟ —— وہ یہ کہ اسلام کی دینی و مذہبی زبان عربی ہے۔ اور ہندوستان میں اسلامی اقتدار کی یادگار فارسی ہے، پھر یہ کیا بات ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے اپنا ذریعۂ تعلیم نہ عربی کو بنایا کہ حدیث و قرآن و فقہ بلکہ تمام ذیلی علوم اس زبان میں مدون و مرتب تھے۔ اور نہ فارسی ہی بطورِ ذریعۂ تعلیم اختیار کی گئی کہ وہی اس وقت کی علمی زبان تھی۔ آخر اردو ہی کو دارالعلوم کی تعلیمی زبان کیوں بنا لیا گیا درآنحالیکہ سوا سو سال پہلے جو دارالعلوم کا تاسیسی دور ہے۔ اردو کا ارتقائی دور ہے جبکہ یہ زبان اپنے نوک پلک کے درست کرنے اور اپنے خط و خال کے آراستہ کرنے میں مصروف تھی، کیا آپ اسے بخت و اتفاق کا نتیجہ یا ایک غیر سوچی سمجھی اسکیم کا جزء قرار دے سکیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر حقائق کو حقیقی چوکھٹوں سے دیکھنے کی بصیرت سے ابھی ہم محروم نہیں ہوئے تو جو کچھ ہوا اسے ایک اتفاقی حادثہ قرار نہیں دیا جا سکتا حالانکہ اسی دارالعلوم دیوبند کے تیز گام علمی کارواں کے قافلہ سالار حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ ایک جانب طلباء کے سامنے یہ اظہارِ خیال فرماتے کہ:

"میں نے اپنے ذوقِ علمی کو محفوظ رکھنے کے لئے عربی میں لکھا ہے یا فارسی میں بلکہ اپنی نجی خط و کتابت کی زبان بھی فارسی ہی کو منتخب کیا۔"

لیکن چند ہی سال کی گردشوں میں ان ہی مرحوم سربراہ دارالعلوم نے اپنے ایک عزیز شاگرد کو جبکہ انہوں نے عربی میں ایک مقالہ لکھ کر تصحیح کے لئے پیش کیا۔ یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ:

"مولوی صاحب ہندوستان میں اگر اسلام اور دین کی کوئی خدمت پیشِ نظر ہے تو اردو میں لکھیئے پڑھیئے۔"

عربی و فارسی پر طویل جمادؔ کے بعد نکھرنے نظر میں یکایک یہ تبدیلی کسی اہم تاریخی حقیقت کا سراغ دیتی ہے! اور اب یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہی کہ جس طرح دارالعلوم کا قیام الہامی اشارات پر عمل میں آیا تھا۔ عربی و فارسی کے بالمقابل اردو کو ذریعۂ تعلیم بنا لینا یا کسی خاص الہام کا نتیجہ تھا یا ان اکابر کی گہری و دبیز بصیرت و فراست کا تقاضا! کہ ان حضرات نے دھندلے نقوش کے پس منظر میں اس حقیقت کو تاڑ لیا تھا کہ اب ہندوستان میں نہ عربی کے پھریرے اڑ سکیں گے اور نہ فارسی کے چرچے باقی رہیں گے۔ آج آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ دارالعلوم کی افادیت اور اس کے علم و دانش کا دائرہ کار اردو کو چھوڑ کر کسی اور زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے کے نتیجہ سے کتنا محدود اور سمٹا ہوا ہوتا۔

بہر حال اس سوا سو سالہ طویل وقت میں دارالعلوم نے اردو ادب کی ایک وقیع اور پر وقار خدمت انجام دی۔

اس میں شعر و شاعری بھی ہے انشاء و نثر نگاری بھی، تصنیف و تالیف بھی اور خطابت بھی، عربی کتابوں کے تراجم بھی ہیں اور ماہانہ ہفتہ وار اخبارات و رسائل بھی، مطالعہ بھی ہے اور اشاعت کے انتظامات بھی ـــ وقت محدود ہونے کی بنا پر دارالعلوم کی اردو خدمات کا ایک مختصر جائزہ یہ ہے۔

سید الطائفہ حضرت الحاج مولانا امداد اللہ قدس سرہ کی اردو تصانیف اور انکی جاندار و پرسوز شاعری بلاشبہ اردو کے اس دور میں جبکہ اسکی تخت و پٹہ ہوری بھی نادر حیثیت کی مالک ہے۔ پھر ان کے مسترشد حضرت نانوتوی قدس سرہ کی اردو تصانیف مجموعہ مکاتیب اور البیلی شاعری تو سبھی پر دگرام کا ایک شاہکار ہے۔ حضرت موصوف کے بعض اشعار تو اردو کے قدآور شعراء کے دوش و بدوش رکھے جا سکتے ہیں۔ ان اشعار میں نسیم ریاض مدینہ بھی ہے اور گلبانگ حرم بھی، بہار کا شباب بھی ہے اور نزاکت اداء بھی ـــ مولانا محمد یعقوب نانوتوی اولین صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ کی سوانح اس وقت لکھی جب خود اردو ادب سوانح نگاری کے مثالی نمونوں سے خالی تھا لیکن یہ تالیف بھی اردو ادب کا بہترین نمونہ ہے۔

دارالعلوم کی دوسری بلند و بالا شخصیت حضرت مولانا گنگوہی مرحوم کا جو سرمایہ نگارش آج موجود ہے وہ صرف ہمارے کتب خانۂ علم کی زینت ہی نہیں بلکہ آراستہ و پیراستہ اردو کا ایک نمونہ ہے۔ اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ اردو میں صاحب تصانیف بلکہ اردو شاعری میں ایک درد انگیز طرز کے اپنانے والے ہیں۔ "ایضاح الادلۃ" میں حریف کی جو چٹکیاں لی گئیں وہ اردو کے ایک خاص اسلوب کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔ مولانا حبیب الرحمان صاحب سابق مہتمم دارالعلوم کی تصنیف لطیف "اشاعت اسلام" یا ان کا خطبۂ صدارت برائے اجلاس جمعیۃ العلماء آج بھی اپنی روانی و دوانی اردو کے لئے نمونہ ہے اور سب ہی کی متعارف شخصیت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی الغفور تو اردو کی اشاعت کے لئے ایک ہزار تصانیف کا پشتارہ رکھتے ہیں، آپکی سادہ و عام فہم زبان، سہل نگاری و سلاست اور افہام کی چیز ہے۔ بہشتی زیور نے گھر گھر پہنچ کر اردو کی مقبولیت پر اضافہ کیا اور آپ کی تصانیف کے مکرر ایڈیشن اس فہم میں قائدانہ کردار رکھتے ہیں۔ اور یہ تو معلوم ہوگا کہ آپ اردو شاعری کے ذوق سے بھی بہرہ ور تھے۔ اپنے خاص مسترشد مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو بعض جواب اردو شاعری میں دیتے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کے حواشی قرآن اور ان کا اردو میں تالیفی سرمایہ میاں اصغر حسین رح کی اردو نگارش، مولانا اعزاز علی صاحب رح کے مضامین، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح کی خود نوشت سوانح بنام "نقش حیات" اپنے جلیل القدر اساتذہ کا تذکرہ حیات معلوم چیزیں ہیں مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم، مولانا ادریس صاحب کاندھلوی - مولانا بدر عالم میرٹھی - مولانا حفظ الرحمان مرحوم، مولانا محمد میاں مرحوم، مولانا محمد طاہر مرحوم، سب اسی قافلہ کے شریک سفر خاص و رجال رہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی تو اردو میں ان کی چابکدستیاں، زود نویسی،

وقیع معلومات کا افادہ، موشگافیوں کا انبار ان کا خصوصی ہنر ہے۔

زندہ لوگوں میں مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا منظور صاحب نعمانی، مولانا حبیب الرحمان صاحب اعظمی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، قاضی زین العابدین صاحب سجاد میرٹھی، مولانا حامد الانصاری غازی، مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی، مولانا نسیم احمد فریدی، مولانا احمد رضا بجنوری، مفتی عزیز الرحمان صاحب بجنوری، مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی اور اندرون دارالعلوم مولانا محمد سالم صاحب، مولانا سید انظر شاہ صاحب، ، مولانا وحید الزمان صاحب، مولانا محمد نعیم صاحب، مولانا محمد سعید صاحب پالنپوری، مولانا ریاست علی صاحب بجنوری، اردو میں لکھنے والے اور سچی سجائی اردو لکھنے والے ہیں، ان حضرات نے اردو کے علمی و ادبی سرمایہ میں جو رنگا رنگ اضافہ کیا ہے اسکی قدر و قیمت کا کون انکار کر سکتا ہے۔

تراجم و تشریحی سرمایہ | پھر ان حضرات میں سے اکثر وہ بھی ہیں جنہوں نے عربی و فارسی کی تصانیف کو اردو میں منتقل کیا مثلاً مولانا عبد الحفیظ صاحب بلیاوی کی "مصباح اللغات" مولانا انظر شاہ صاحب کا اردو ترجمہ برائے تفسیر ابن کثیر، تفسیر مدارک، حواشی بر تفسیر حقانی، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی تکمیل الایمان کا اردو ترجمہ مولانا محمد نعیم صاحب کا اردو ترجمہ برائے جلالین۔ مولانا خورشید عالم صاحب کے بعض تراجم اردو، مولانا سید حسن مرحوم کی اردو شروحات مولانا احمد رضا کی انوار الباری، مولانا ریاست علی صاحب کی ایضاح البخاری، مولانا محمد طاہر صاحب امروہوی کی معارف مدینہ، مولانا عبد اللہ جاوید صاحب کی شرح مشکوٰۃ، مولانا محمد اسلم صاحب کا مجموعہ سیرت یا سیرت حلبیہ کا مسلسل ترجمہ، مولانا ظہور الباری اعظمی کا مکمل اردو ترجمہ جواہر البحور، اردو ترجمہ برائے مطلع السعدین وغیرہ اردو کی توسیعی مہم میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ ان حضرات نے ان عنوانات کو بھی کام کے لئے منتخب کیا جن سے اردو کا دامن بھرپور نہیں تھا۔ دینیات پر طویل و عریض کام کرنے کے ساتھ سوانحی تذکرے، علمائے اسلام کی داستانیں بھی ان ہی کے قلم سے نکلیں، دارالعلوم دیوبند کے ایک فاضل مولوی محمد حنیف گنگوہی کی ظفر المحصلین یا تذکرۃ المصنفین آج ہر درسگاہ میں سرمایۂ کتب کے تعارف کا بہترین ذریعہ ہے۔ اور تو اور منطق میں باقاعدہ تالیفات کے ساتھ مولوی انوار صاحب کاکا خیلی کی "انوار العلوم شرح سلم العلوم" سابق استاذ دارالعلوم مولانا اسلام الحق صاحب اعظمی مرحوم کی شرح ملا حسن، اور موصوف ہی کا ترجمہ مع تشریح مقدمۂ مسلم، مولانا عزیز احمد صاحب بی۔ اے کی جنرل سائنس، حکیم عزیز الرحمان صاحب کی وہ طبی ڈکشنری جو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہے اور عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے۔ تصوف و سلوک ملفوظات اولیاء اور اہل اللہ کے سوانحی خاکوں میں مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی کو کیسے بھلایا جا سکتا ہے، مجلہ الفرقان کی بیشتر اشاعت ان کے ان مقالات سے خالی نہیں جن میں وہ خانقاہ نشین صوفیاء کے عرفانی مناظر پیش کرتے ہیں۔ والقصۃ بطولہا

مضمون نگار اور شعراء | اور خدا جانے مضمون نگار تو کتنے ہیں جنہوں نے اپنے قیمتی مقالات دینی

نگارشات سے اردو کی لازوال خدمت کی ہے۔ ہند و پاکستان کے علمی رسائل و جرائد اس دعوے کا بہترین ثبوت ہیں شعر و شاعری میں بھی فضلائے دارالعلوم کا قدم پیچھے نہیں۔ بعض فضلاء نے تو اپنی پر شباب شاعری کے لئے نہ صرف اہل نظر سے داد حاصل کی ہے بلکہ حکومت کی جانب سے قدرشناسی کے مظاہرے بھی ان کے حصہ میں آئے چنانچہ دارالعلوم کے ایک استاد مولانا ریاست علی صاحب کا تازہ مجموعۂ کلام "نغمۂ سحر" انعام بھی حاصل کر چکا گویا کہ اس خاص صنعت میں بھی زلف اردو کو بنانے اور سنوارنے میں ان کی سرگرمیاں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔

رسائل و جرائد | پھر یہی نہیں بلکہ فضلاء دارالعلوم علمی جرائد و رسائل سے بھی اردو کی خدمت کرتے رہے اور اس طرح اس کی توسیع و اشاعت کے میدان کو وسیع تر کر دیا۔ دارالعلوم کے قدیم دور میں مجلہ القاسم، الرشید، المحمود، اور اس کے ایک خاص عہد کی یادگار اخبار مہاجر و انصار، حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا النور، مفتی محمد شفیع صاحب کا المفتی، مولانا محمد میاں مرحوم کا خالد، مولانا سلطان الحق صاحب کا استقلال، مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا برہان، مولانا منظور نعمانی کا الفرقان، مولانا قاضی زین العابدین صاحب کا الحرم، مولانا سید انظر شاہ صاحب کا نقش اور مولانا محمد سالم صاحب کا میقات، مولانا وحید الزمان صاحب کا القاسم، مولانا اسعد صاحب مدنی کا تذکرہ، نئی نویلی سلطنت پاکستان میں فضلاء دارالعلوم دیوبند کے علمی شاہکار اور مزین مجلات میں بینات کراچی جسکی ادارت مولانا یوسف صاحب بنوریؒ فرماتے۔ مولانا سمیع الحق صاحب اکوڑہ خٹک کا الحق، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا البلاغ، ساہیوال سے شائع ہونے والا الرشید جسنے حال ہی میں دارالعلوم نمبر نکال کر اردو صحافت میں ایک نئی چمن بندی کی۔ مولوی زبیر صاحب و مولانا عامر صاحب کا تجلی اور شائق عثمانی کا عصر جدید۔ مولانا اسحاق علی کا سیاست اور ذکر کیوں چھوڑئے الجمعیت کا کہ وہ بھی فضلاء دارالعلوم کا ایک کارنامہ ہے۔ مولوی عبداللہ جاوید صاحب کا مرکز اور پھر ان رسائل و اخبارات کو بھی لے لیجئے جن میں فضلاء دارالعلوم بحیثیت مدیر یا شریک ادارت کام کرتے رہے۔ چنانچہ مولانا تاجور نجیب آبادی کا ادبی دنیا جس سے محترم قاضی زین العابدین صاحب کی بھی وابستگی رہی، مولانا مظہر الدین صاحب شیر کوٹی کا الامان و وحدت، بجنور کا مشہور اخبار مدینہ جس سے مولانا حامد الانصاری اور مولانا اصلح الحسینی بحیثیت مدیر متعلق رہے۔ یا بمبئی کا وہ روزنامہ جسکی ادارت کی ذمہ داریاں غازی صاحب سے متعلق تھیں۔ حیدر آباد کا نوید دکن جس کے ادارتی زمرہ میں مولوی رضوان صاحب دربھنگوی شامل ہیں۔ کبیر الدین صاحب فوزان کا پائل اور پھر ہی کا مجلہ افکار مولوی فضیل الرحمان ہلال عثمانی کا تعمیر سیرت، اور اس کے علاوہ دارالعلوم کے دوسرے نایاب و اہل قدر افراد کے جاری کئے ہوئے اخبارات و رسائل۔ لیجئے دارالعلوم کے مشہور آرگن ماہنامہ دارالعلوم کا ذکر چھوٹا ہی جاتا ہے جو تقریباً تیس برس سے زائد عرصہ گذرتا ہے کہ اردو کے لئے مسلسل کام کر رہا ہے۔

کتب خانے اور مطابع | پھر اس طرف بھی نظر ڈالئے کہ کتنے وہ کتب خانے، مطابع اور اکیڈمیاں ہیں جو فضلاء دارالعلوم نے قائم کیں دہلی میں موجود ندوۃ المصنفین بسیادت حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحب ہندو پاکستان کی کسی بھی مشہور اکیڈمی سے آنکھیں ملانے کے لئے تیار ہے۔ مکتبہ "الفرقان" میرٹھ کا مکتبہ علمیہ دہلی کا کتب خانہ رشیدیہ، مولانا سمیع اللہ صاحب مرحوم کا مکتبہ عزیزیہ دیوبند میں کتب خانہ قاسمی، مطبع قاسمی، تاج المعارف، بیت الحکمت، خضر راہ بکڈپو، مکتبہ تجلی، مکتبہ مرکز، مکتبہ اعزازیہ، مطبع مصطفائی، کتب خانہ وحیدیہ، مولانا سید حسن صاحب استاذ دارالعلوم کا کتب خانہ مکتبہ رحمت، مولانا اسعد صاحب مدنی کا کتب خانہ دینیہ، اردو کے فلک سے باران رحمت کا منظر پیش کرتے ہیں اور سامنے رکھئے دارالعلوم کے پیدا کردہ ان بلند پایہ خطباء و واعظین کو جنہوں نے اپنی پرجوش خطابت، عالمانہ مواعظ، قادر الکلامی، اور جادو بیانی کے مناظر ہند و بیرون ہند میں پیش کرکے نہ صرف دارالعلوم کی عظمتوں میں اضافہ کیا بلکہ اردو کا بول وہاں بھی بالا کر آئے جو نہ اردو کا وطن، نہ اسکی زمین، نہ اس کا آسمان اور نہ اس کا مسقط الراس ہے۔

غرضیکہ یہ ایک مختصر جائزہ ہے دارالعلوم اور فضلاء دارالعلوم کی ان خدمات کا جنکا تعلق اردو کو پھیلانے بڑھانے اور مقبول عام بنانے سے ہے۔ اردو کا وہ طبقہ جو اردو کی بقاء تحفظ کے لئے سرگرم کار ہے۔ دارالعلوم سے یہ شکایت نہیں کرسکتا کہ اس نے اردو کے بارے میں سرد مہری کا رویہ اپنایا۔

عالم اسلام کے اس عظیم ترین دانش کدہ نے اردو ادب کو جس طرح مالا مال کیا اس پر ابھی مفصل تو درکنار مختصر کام بھی نہیں ہوسکا، کاش کہ کوئی اسی عنوان پر دارالعلوم کے عظیم کارناموں کو متعارف کراسکے تو یہ مادر علمی کی ایک بہترین خدمت ہوگی۔

بقیہ: تصوف و سلوک

کھڑکی کھل جائے گی۔ اور اس کھڑکی سے اللہ تعالیٰ کے فیض کا آفتاب طلوع ہونے اور چمکنے لگے گا۔ اور مشرق سے مغرب تک کا ہر ذرہ جو ہے۔ وہ اس کے انوار سے بہرہ ور ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا نور سب سے پہ پڑتا ہے اگر کسی گھر میں کھڑکی نہ ہوگی تو وہ نور کے آنے سے محروم رہے گا۔ لہذا اگر دل اس کے حضور میں حاضر ہے۔ اور کھڑکی اس کی طرف کھلی ہوئی ہے تو نور فیض اسے اس کھڑکی سے گزر کر پہنچے گا۔ اگر وہ غافل ہے تو نور اس سے دور رہے گا۔ ؎

دوست ہر لحظہ در تو نظر می کند
چوں تو ازو غافلی از تو گذر می کند

یعنی ہر لحظہ دوست تیری طرف کرم کی نظر کرتا ہے جب تو اس سے غافل ہوتا ہے تو یہ نظر کرم تجھے محروم چھوڑ کر گذر جاتی ہے

(ترجمہ از ملفوظات فارسی)